

# شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک

## استدراک و توضیح

از حضرت مولانا عبید اللہ صاحب سندھی

ہمارے دوست عام طور پر جانتے ہیں کہ جب سے ہند میں واپس آئے ہم نے کسی سیاسی جماعت سے - پورے اشتراک کا کبھی ارادہ نہیں کیا۔ بلکہ ایک ایسے فکر کی دعوت دیتے رہے جو ملک کی عام ذہنیت و بہت دور ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ جو باری امام ولی اللہ کی فلاسفی پر بنے گی۔ وہی ہماری وطنی یا ضرورتیں پوری کرے گی۔ ہمارا یہ فکر اور زمانہ کی وہ فضا کہ اہل علم بھی نہیں جانتے کہ امام ولی اللہ واقعی فلاسفر تھے۔ یا انھوں نے کوئی ایسا سیاسی تخیل پیدا کیا ہے۔ جو آج جمہور کے ترقی کن طبقہ کے مزاج سے سازگار ہو سکتا ہے۔

اپنے افکار کا تعارف کرانے کے لئے ہم نے دارالرشاد میں رہنے رفقا کے اجتماع عمومی کے ایک جلسہ میں ج ن سندھ ساگریشل پارٹی کے اس ای پروگرام کا اعلان کیا۔ اسے سندھی۔ اردو۔ انگریزی میں شائع کرایا۔ پھر اس کی توضیح میں مقالات لکھے۔ خطبات دیئے وہ سب ہمارے مرکزی فکر سمجھنے کے لئے تہیہ کا کام دیتے ہیں۔

آخر میں مفکرین کا ایک خاص حلقہ سنجیدگی سے ادھر متوجہ ہوا۔ وہ سمجھنا چاہتے ہیں کہ ہندو جیسے بڑے عظیم میں اگر ایک ایسی سوسائٹی جو خاص فکر لیکر پیدا ہوتی ہے اور تحریکات و مسائل کی جدوجہد سے اپنے لئے عالمگیر ترقی کا پروگرام بنالیتی ہے۔ کیا اس عظیم الشان جماعت کی تمام ضرورتیں کسی ایسی نیشنل پارٹی کی تشکیل ہو سکتی ہیں جو امام ولی اللہ کے فلسفہ اور سیاست سے اس کی تعلق رکھتی ہو۔

ان کے افکار میں ہلکا سا توجہ پیدا کرنے کے لئے ہم نے پہلے امام ولی اللہؒ کی حکمت کا اجمالی تعارف کرایا۔ اس کے بعد ان کی سیاست کا۔ ہم امام ولی اللہؒ کو الہیات میں اور اقتصادیات میں ایک مستقل امام فرض کر کے مضامین لکھتے ہیں۔

پہلے رسالہ میں بھی اگرچہ بعض خیالات نئے تھے مگر انھیں ناقابلِ برواشت نہیں سمجھا گیا۔ البتہ دوسرے رسالہ میں جو کچھ لکھا گیا ہے۔ اس میں مختلف جماعتوں کے لئے مزاحمت کا کافی سامان موجود ہے۔

جس قدر احزاب پہلے سے امام ولی اللہؒ کی طرف منسوب ہیں یا جس قدر جماعتیں ان کی مخالفت تحریکوں کو چلاتی ہیں اور اپنے تفوق کا دعویٰ بھی رکھتی ہیں ان کے افکار سے اس رسالہ میں تعرض نہ کرنا ممکن ہی نہ تھا۔ اس لئے نسبتاً اس پر زیادہ توجہ ہو رہی ہے۔

ہمارے بعض دوستوں نے مشورہ دیا تھا کہ اس سیاسی رسالہ میں بہت سے نئے خیالات ہیں۔ ہم جلدی نہ کریں۔ اہل علم کو سوچنے کا موقع دیں اس لئے سال بھر ہم خاموش رہے۔ اس عرصہ میں ہم نے ایک نیا رسالہ ترتیب کیا ہے۔ جس میں امام ولی اللہؒ کی تصانیف سے مختلف فوائد بغیر کسی حاشیہ آرائی کے جمع کر دیئے ہیں اس کے شائع ہونے پر اہل علم کے لئے غور کرنے میں آسانی ہوگی۔ لیکن بعض عزیز دوستوں کا تقاضا ہے کہ ہم اس موضوع پر ایک مقالہ ضرور لکھیں جس سے بعض غلط فہمیاں دور ہو جائیں گی۔ اس لئے مناظرہ یا محاذِ اہل سے چکر لپٹنے مطالبہ کی توضیح کے لئے ہم نے یہ تبصرہ طیار کر دیا ہے۔ اگر اس طرح ہم بعض دوستوں کے ذہنی انشاز کو کم کر سکتے ہیں تو ہم اسے خدا کا خاص فضل سمجھیں گے۔ واللہ المستعان۔

## باب اول جس میں امام ولی اللہؒ کے خاندان کا ذکر ہے

حکیم الہند امام ولی اللہؒ دہلویؒ | چونکہ عقلی اجتماعی اصول پر تاریخ ہند کا مطالعہ کرنے میں ہم کسی مورخ کو امام نہیں مانتے اس لئے ہمارے لئے ضروری ہے کہ جس فلسفہ کا ہم تعارف کر لیتے ہیں۔

امام ائمہ الانقلاب

اس کی ماہیت۔ اور جس زمین اور زمان سے ہم استر ربط دیتے ہیں اس کے متعلق اپنا نظر تفسیراً بیان کریں تاکہ ہمارا نظریہ سمجھنے میں اصطلاحی اختلاف سے غلط فہمی نہ ہو سکے۔

(الف) جب انسانیت کا ایک حصہ کسی ٹیٹے قطعہ زمین میں لٹنی مدت تک مل جل کر رہتا ہے اور قدرت الہیہ اس کی طبعی ترقی کے ساتھ عقلی اور اخلاقی بندوبست کا سامان بھی ہمہ پہنچائی ہے یعنی اس میں انبیاء کرام اور اولیاء عظام کے ساتھ صنم سلاطین اور حکام بھی پیدا ہوتے ہیں یا حکماء اور شعراء کے ساتھ عدالت شعار بادشاہ اور بلند ہمت سپاہی برسرِ کار آتے ہیں۔ اس طرح، بڑی قوم ترقی کے تمام مدارج طے کرتی ہے اپنی حکومت کا نظام بناتی ہے جس سے نظم کی کچھ گنتی ہو بشرطِ ساقی سہ، علم و ہوش پیدا ہوتی ہے جس سے رفائیت عامہ کا سامان ہم پہنچتا ہے۔ اس کی ہمایہ قویں اس کی رفاقت اور سرپرستی میں اپنی فلاح سمجھتی ہیں۔ اگر اس کی اجتماعی تاریخ کو انسانیت کے عام پسند عقلی، فکرو اخلاقی پروردگار کی جانب سے حکمت الادیان یا فلسفہٴ تاریخ کہا جائے گا۔

(ب) ہم ہند کی اسلامی تاریخ کا مطالعہ بھی تاریخ کے دوسرے ہزارے شروع کرتے ہیں ملتہدہ میں سلطان محمود غزنوی نے ہند کا مشہور قلعہ ”ہند“ فتح کیا اور لاہور کے ہندو راجہ کے نو مسلم نواسہ کو اس کا حاکم بنایا جس طرح امیر المؤمنین فاروقی اعظمؓ نے مدین فتح کر کے سمان فارسی کو اس کا پہلا حاکم بنایا تھا۔

(ج) ہند، دربارے سندھ کے مغربی کنارہ پر ایک کے قریب واقع ہے۔ اس سرزمین کے عام باشندے پشتو بولتے ہیں۔ پستان یا پٹھان ہندوکش سے بحر عرب تک ہند کے شمال مغربی پہاڑوں اور میدانوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ کابل غزنی قندھار، پٹانہ اور کوئٹہ اس کے مشہور شہر ہیں۔ چونکہ علمی تحقیق سے ثابت ہو چکا ہے کہ پشتو بھی کشمیری پنجابی سندھی کی طرح سنسکرت کی شاخ ہے اس لئے ہم اس قوم کو ہندوستانی اقوام میں شمار کرتے ہیں۔ اس قوم نے دواہہ گنگ و حسن میں ایک وسیع خطہ کو اپنا وطن (روہیلکھنڈ) بنایا ہے۔

(۴) سلطان محمود غزنوی سے شروع کر کے امیر تیمور کے حملہ تک ہم ہندوستانی تاریخ کا پہلا دور

مانتے ہیں اور امیر تیمور سے بہادر شاہ تک دوسرا دور۔ دوسرے دور میں عالمگیری کے بعد منزل شروع ہوا۔ عموماً منزل شروع ہونے کے بعد ہی قوموں کا فلسفہ معین ہوتا ہے۔ ہمارے امام الائمہ بھی اسی عہد کے امام الانقلاب ہیں۔

(الف) کسی عقلی یا مذہبی تحریک کو کسی خطہ زمین کی طرف منسوب کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کا مرکز اس سرزمین میں ہو۔ اس لئے ہندو کا اسلامی دور میں ہم مسلمانان ہند کی کسی تحریک کو اس وقت تک ہندوستانیت سے موصوف نہیں بنا سکتے۔ جب تک اس کا مرکز ہند میں پیدا نہ ہو چکا ہو۔

(ب) امیر المومنین عثمان کے زمانہ میں کابل فتح ہوا۔ اور ولی بن عبد الملک کے زمانہ میں سندھ فتح ہوا۔ مگر اسے ہم خلافتِ عربیہ کا ایک حصہ مانتے ہیں۔ یہاں ہندوستانیت کا ذکر نہیں ہو سکتا۔

(ج) سلطان محمود غزنوی نے اسلام کے لئے ہندوستانی مرکز کی بنیاد قائم کر دی وہ اہل واثارہ میں اپنا مرکز حکومت منتقل کرنا چاہتے تھے۔ خلیفہ المسلمین نے سقوطِ بغداد سے بے غم و راعر حصہ پہلے دہلی کے حکمران کو سلطانی اختیارات استعمال کرنے کی اجازت دی۔ گویا خلافتِ اسلامیہ کے اندر ہندوستانی مسلمانوں کا اپنا مرکز بن گیا۔ اس دور کے اخیر تک سلاطینِ دہلی اسلامی خلافت سے کم و بیش تعلق رکھتے رہے ہیں، (۳) امیر تیمور کے حملہ کے بعد ہندوستانی مرکز بیرونی تعلق سے آزاد ہو گیا۔ سکندر لودی نے غالباً پہلی مستقل حکومت بنائی۔ اس نے اگرہ بنایا۔ ہندوؤں کو فارسی پڑھا کر دفتروں کے کام میں ذخیل بنایا۔ اس کے بعد شیر شاہ نے مالی انتظام ہندوؤں کے سپرد کیا جسے اکبر نے درجہ تکمیل تک پہنچایا ہے۔ ہم جلال الدین اکبر کو ہندوستانیت کا موسس نہیں مانتے۔

(الف) اکبر مذہبی عالم نہیں تھا۔ علماءِ ماس کے ساتھ اخیر تک میسر رہے۔ ان کی رہنمائی سے اگر اس نے غلطیاں کی ہیں تو انشاء علی من افاءہ۔ ہم تو یہ جلتے ہیں کہ اگر اکبر نہ ہوتا تو عالمگیری جیسا مسلمان بادشاہ ہند کو نصیب نہ ہوتا جس کی نظیر دنیائے شاہی نظام میں نہیں ملتی۔ ہم عالمگیری کی ہی برکت مانتے ہیں کہ امام ولی اللہؒ

جیسا حکیم ہند میں پیدا ہوا۔

(ب) امام ربانی شیخ احمد سرہندی الہری دربار کی اصلاح کرتے رہے۔ اس میں وہ پورے کا مایا ہوئے۔ آخر میں جہانگیر ان کا اتباع کرنے لگا جس کا نتیجہ نکلا کہ شاہجہاں امام ربانی کے پسندیدہ طریقہ پر حکومت چلا تا رہا۔ اس کے ہوتے ہوئے ہم جانتے ہیں کہ شاہجہاں کا دربار انانیت عامہ کو اسلام کا مرکز نہیں بنا سکا (ج) ہمارا دعویٰ ہے کہ امام ولی اللہ شاہجہانی سلطنت سے بہترین نظام کی دعوت دیتے ہیں۔ گویا جس کام کی ابتداء امام ربانی سے ہوئی اس کی تکمیل اللہ تعالیٰ نے امام ولی اللہ کی معرفت کرائی اس طرح ہم امام ولی اللہ کو خاتم الحکما مانتے ہیں۔

(م) امام ولی اللہ نے اپنے مختلف ابہامات کا ذکر کیا ہے۔ ہم ان میں سے ایک حصہ کو خاص ترتیب سے لکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

(الف) امام ولی اللہ دعویٰ کرتے ہیں کہ خدا نے ہمیں ایسی تحریک کا امام بنایا ہے جس کا عنوان ہے ”فک کل نظام“ (فیوض الحرمین) کیا یہ انقلاب نہیں ہے۔

(ب) امام ولی اللہ نے دعویٰ کیا ہے کہ اگر ہماری تحریک فوراً کامیاب ہو جاتی تو امام کا خروج اور مجمع کا نزول متاخر ہو جانا اگر وہ آہستہ آہستہ اپنا اثر دکھلائے گی (تغیبات) کیا یہ انقلابی پروگرام اس بڑے انقلاب کا قائم مقام نہیں ہے جس کے لئے مسلمانوں کے ساتھ یہود و نصاریٰ بھی صدیوں سے انتظار کر رہی ہیں۔

(ج) امام ولی اللہ نے دعویٰ کیا ہے کہ ہماری اولاد کے پہلے طبقہ میں علم حدیث پھیلے گا اور دوسرے طبقہ میں علم حکمت کی اشاعت ہوگی (تغیبات) کیا امام عبدالعزیز سے حدیث کا شیوع نہیں ہوا کیا مولانا رفیع الدین کی تکمیل الاذہان اور مولانا محمد اسماعیل شہید کی عبقات نے حکمت کا نیا اسکول نہیں قائم کر دیا۔

(د) امام ولی اللہ نے دعویٰ کیا ہے کہ ہماری بیٹیوں کی اولاد سچا فرد پیدا ہونگے جو ہمارے

بیٹوں کے بعد ہمارا کام مکہ معظمہ میں بیٹھ کر یہی ہے۔ (قول جلی بجالہ الخاف النبلا) کیا الصدر العمید مولانا محمد حنفی اور الصدر العمید مولانا محمد یعقوب اس کا مصداق پیدا نہیں ہوئے۔

(۵) امام ولی اللہ نے فیوض الحرمین میں خلافت کی دو قسمیں بنائیں۔ خلافت ظاہرہ و خلافت باطنہ (الف) خلافت باطنہ میں امام ولی اللہ حکومت کا وہ درجہ شامل ملتے ہیں جو تعلیم اور دعوت کے زور سے پیدا ہوتی ہے۔ امام ولی اللہ دعوت کرتے ہیں کہ اس قسم کی حکومت اسلام نے قرآن عظیم کی دعوت کی تنظیم سے مکہ معظمہ میں پیدا کر لی تھی۔ اس کا ذکر فتح الرحمن میں سورہ رعد کے آخر میں۔ اور فیوض الحرمین میں موجود ہے۔

(ب) امام ولی اللہ خلافت ظاہرہ کے لئے محارب ضروری قرار دیتے ہیں۔ ملک کا خراج بزور ہتھیار کر کے مستحقین کو پہنچانا مصارف عامہ میں خرچ کرنا اور عدالت کا نظام بزور قائم کر کے مظلومین کی حمایت کرنا اس کے اہم اجزاء ہیں وغیرہ وغیرہ یہ خلافت اسلام کے مدنی دور میں پیدا ہوئی۔

(ج) قول جلیل اور فیوض الحرمین بار بار پڑھنے سے یہی سمجھ میں آتا ہے۔ امام ولی اللہ اپنے خاندان میں تصوف کا سلسلہ اس لئے قائم کرتے ہیں کہ وہ خلافت باطنہ کے قیام کا وسیلہ بن جائے۔ مولانا شبید جب امیر شہید کی فوجی طاقت کا ان کے محاربین سے مقابلہ کرتے ہیں تو امیر شہید کے بائین کو سپاہی کا درجہ دیتے ہیں۔ یہ اسی اصطلاح پر منطبق ہو سکتا ہے۔

(د) ہم نے یورپین انقلابی پارٹیوں کے نظام کا کافی مطالعہ کیا ہے۔ اس سے ہمارے دماغ میں سیاسی پروگرام بنانے اور سمجھنے کا ملکہ پیدا ہو گیا ہے۔ ہم اگر امام ولی اللہ کی خلافت باطنہ کے فکر کو آج کے سیاست دانوں کے سامنے پیش کریں گے تو اسے انقلابی پارٹی کا نام دیں گے جو عدم تشدد (نان وائیلنس) کی پابند ہو۔

(۶) امام ولی اللہ نے دعویٰ کیا ہے کہ خدا نے انھیں یوسف علیہ السلام کے قدم پر چلنے کے لئے مقرر کیا ہے۔

(ط) یعنی وہ امتِ محمدیہ میں وہی کام کریں گے جو یوسف علیہ السلام نے اسرائیلیہ میں کر چکا ہے (ب) ہم جانتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام نے ایک غیر اسرائیلی بادشاہ سے اختیارات حاصل کرنے کے اولاد یعقوب کی حکومت کا اس اس قائم کر دیا تھا۔ اسی یوسفی حکومت کی ایک برکت ہے کہ بنی اسرائیل کو اپنی حکومت قائم کرنے کے لئے طیار کر گئی۔

(ج) ہمارا خیال ہے کہ امام ولی اللہؒ اپنے زمانہ میں دہلی کے بادشاہوں کو کسری اور قصیر کا نمونہ جانتے تھے اس لئے ان کے سارے نظام کو بدلنا اپنا نصب العین بناتے رہے۔ مگر عملی پروگرام فقط داخلی انقلاب سے شروع کیا تھا وہ امر سلطنت میں اپنا فکر پھیلا کر نظام سلطنت درست کرنا چاہتے تھے۔ (د) نجیب آباد کا مدرسہ اسی لئے حکمت الامام ولی اللہؒ کی درس گاہ بن گیا تھا۔ مرثیوں کی شورش کو وہ احمد شاہ کے ذریعے ختم کر دیتے ہیں۔

(ه) جن حضرات نے ہماری طرح امام ولی اللہؒ کی تحریک کا مطالعہ نہیں کیا جب وہ دیکھتے ہیں کہ امام ولی اللہؒ سلطانی اختیارات میں تبدیلی کی کوئی کوشش نہیں کرتے تو انہیں امام الانقلاب ماننے میں تامل کرتے ہیں۔

(و) امام ولی اللہؒ خیر القرون کو شہادت عثمان تک (جو جمعہ ۷۸ سال بعد واقع ہوئی) محدود کر دیتے ہیں۔ (ازالۃ الغبار)

(الف) اسی زمانہ کو وہ حوالہ دے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و دین الحق لیظہروا علی الدین مکملہ کا مصداق قرار دیتے ہیں۔ ازالۃ الغبار کے ابتدائی باب میں اس آیت کی تفسیر پورے غور سے پڑھنی چاہئے۔ امام ولی اللہؒ کی حکمت کا یہ مرکزی مسئلہ ہے۔

(ب) امام ولی اللہؒ اس دور کے علمی کارنامے مسلمانوں کے شعور اور اتفاق سے جاری ملتے ہیں یہ فکر شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی کتابوں میں بھی ملتا ہے (اسی زمانہ کو وہ نزولِ قرآن کے مقاصد

کافورہ مانتے ہیں۔

(ج) امام ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ میں اس دور کو انسان کی نچرل ترقی کا آخری درجہ ثابت کرتے ہیں۔ باب الحاجۃ لی دین منہج الادیان غور سے پڑھنا چاہیے۔

(د) ہمارا خیال ہے کہ اس دور کی علمی اور عملی تاریخ جس قدر امام ولی اللہؒ نے ضبط کر دی ہے۔ وہ ہمیں کسی مصنف کی کتاب میں نہیں ملتی۔ اسی لئے ہم امام ولی اللہ کی کتابیں بیت الحکمت میں پڑھنا چاہتے ہیں۔

(ه) ہم سمجھتے ہیں کہ امام ولی اللہؒ قرآن عظیم کی اس علمی اور عملی تعلیم کو انسانیت عامہ کے لئے انٹر نیشنل - انقلابی پروگرام ملتے ہیں۔ لئے ہم اس دور میں انھیں اپنا امام ملتے ہیں۔

(و) اگر کپٹل کے مصنفین کو انقلاب کا باب مانا جاتا ہے تو جس حکیم نے خیر المظہرون کی انقلابی تاریخ کو ہند کی علمی زبان میں عام عقلی اصول کے مطابق بنا کر ضبط کر دیا ہے۔ اسے امام انقلاب ماننا محض خوش اعتقاد ہی پر مبنی نہیں سمجھا جائیگا جبکہ اس نے یوسف علیہ السلام کی طرح انقلاب کا راستہ بھی صاف کر دیا ہو تو خیر محض یہ ہمارا خیال ہے کہ اس مضمون کو واضح کرنے کے لئے محمودیہ کا خطبہ یہاں پر نقل کر دینا مفید ہوگا۔ یہی وہ رسالہ ہے جسے ہم نے بیماری کے وقتوں میں مرتب کیا ہے۔

”وَمَّا هَذَا زَمَانٌ مِّنْ دَوْرٍ قَدْ انْقَضَىٰ دَوْرُ الْمُلُوكِيَةِ الَّتِي فِيهَا الْبُلَاطِينُ مَعَ عِزِّ السُّلْطَانِ مُحَمَّدٍ الْغَزْوِيِّ وَالسُّلْطَانِ مُحَمَّدِ الْغُورِيِّ إِلَىٰ زَمَانِ السُّلْطَانِ شَاهِجْمُوهَلٍ وَالسُّلْطَانِ عَالَمُكِيٍّ اِنَارَ اَسْمُهُ بَرَهَانِيَهْمَ۔“

وقد عرف من تعمق في مطالعة فلسفة التاريخ ان طائفة من العلماء والامراء كانوا قد تمسوا بقول نوع من نظم الجمهورية لانقلابية بقيادة يثيو سلطان قبل سقوط الدولة الهندية لكن بخاوة عامة الملكستين ودعاية الراسمالين المتعطلين نومت عوام بلادنا فلم يكامل الانتباه الا بعد سقوط الدولة العثمانية۔

كذلك يعرف من شامل في تاريخ البشر ان نظرية الجمهورية انما اترقت بالتدريج الطبعي في



بلاد اور وبا و احوال اکل ملے تبصرت من الشرقین مثل روسيا و جاپان ثم تركيا و ايران ثم لم يكن له بد من تقليد اوروبا في النظام العسكري والصناعي والا داري للبرلمان في فتن اذا اردنا تنظيم نمضة مله هندية لانقد رعى مخالفة اوروبا ومن تبعهم كلهم۔

وبعد ذلك قد عرض لنا في زماننا عارض ادعيت انكارنا هو ان دعاة الجمهورية في ارض باوير عامتهم يفتون الدين راساً بقين في حيرة لان التأخر عن الانقلاب يتجبر الذلة والهوان والتقدم على جهم بعضى الى هدم الدين۔

لقد كابدنا مشقة شديدة في مطالعة تاريخ من تقدم علينا فبعد ذلك حصل لنا اليقين باننا للخروج من تلك الحالة الحائرة الموصلة الى اليأس والقعور في حاجة شديدة الى تعيين امام من ائمة الدين يهدي الى الرشيد نقدي بنى الحوار الانقلاب التي طرأ علينا وحصل لنا اليقين باننا لا يصلح لهذا المنصب الجليل الا من يكون عارفاً كاملاً في المعرفة الالهية اما لتعقبات العلوم الشرعية ما هو في المحكة العملية ويكون مع ذلك ممن نشاء في بلادنا في عصر الاضطراب الماضي ليمتاكل رسوخ في معرفة امراض اجتماعيتنا العامة الخاف ففهم رنا الرحمن حمداً كبير اذ هدانا الى امام ترقم بالمثل المشهور في الوري ومن الرخيف وقد ركبت غصنقر“ وهو امام ائمتنا الذين اخذنا عنهم علوم الدين ومعارف عامة وتاريخ الاجتماعية الهندية خاصة ومشتا انحناء منذ ما تسمى سنة خمس ووا على نظريات ذلك الامام وعملياته وما اخرجت سلسلة اجتهادهم وجهادهم كابر اهل الله عنهم“

(۸) امام ولي الله دہوی کہتے ہیں کہ ہندو کے علماء انوں سے اپنی حکومت قائم کرنے کی طاقت اس وقت افغانی طرف منتقل ہو چکی ہے۔ خیر کثیر یہ سمجھتے ہیں کہ افغان بھی ہندوستانی اقوام میں سے ایک قوم ہو جس میں ایرانی ترکی اسلیمی عربی قبائل مخلوط ہو چکے ہیں۔

(الف) ہمارا خیال ہے کہ اسی غرض سے ان کے اندر ایرانی انقلابی پارٹی کو افغانوں سے ملانا

ضروری سمجھتے ہیں۔ امام عبدالعزیز کے آخری کاموں کا مرکز الامیر الشہید اور مولانا عبدالحی اور مولانا محمد اسماعیل کا اجتماع نقمان کے لئے افغانستان کی ہجرت کا فیصلہ امام عبدالعزیز نے کیا تھا۔ اگرچہ علان کی وفات کے بعد شروع ہوا۔ (ب) ہمیں معلوم ہے کہ مولانا محمد قائم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روحانی طور پر معلوم ہوا تھا کہ افغانوں کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔

(ج) مدرسہ دیوبند اور اس کے متبعین میں مولانا شیخ الہند کا مقام مخفی نہیں، وہ نجینا چالیں برس مدرسہ چلاتے رہے ہیں، ہم دعویٰ سے کہہ سکتے ہیں کہ دیوبند نے جس قدر طالب علم دیوبند میں پیدا کئے اس کے بعد اس نے اپنے طالب علم سب سے زیادہ افغانستان اور اس کے دونوں طرف پاکستان اور گزستان میں پھیلایں ہیں۔ (د) مولانا شیخ الہند کی خاص تربیت کا نتیجہ تھا کہ ہم کابل میں سات سال حکومت کا اعتماد حاصل کر کے رو سکے۔ ہمارا خیال ہے کہ جمعیۃ الانصار اور نظارۃ المعارف میں اگر ہم کام نہ کر چکے ہوتے تو ہمارا کابل جانا محض بیکار ہوتا۔ عجب معاملہ ہے حضرت شیخ الہند کے حکم سے ہیں بغیر پروگرام کے کابل جانا بڑا تلبہ بھڑکتا ہے افغانی کے توسط سے ہمیں ہدایت مل جاتی ہیں۔ ہم باہر جا کر سمجھ سکتے ہیں کہ امام عبدالعزیز نے مولانا شیخ الہند تک ہمارے تمام کام کا بڑا ایک سلسلہ میں کام کرتے رہے ہیں۔

سراج الہند امام | امام عبدالعزیز نے بستان المحدثین میں موطا کا تذکرہ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔ حضرت شیخنا عبدالعزیز دہلوی | وقد وثقنا فی کل العلوم والامور شیعہ ولی اللہ قدس سرہ۔ گویا وہ اپنے تمام علمی اجتماعی سیاسی امور میں اپنے والد ماجد کے مقتدی ہیں۔

(۱) جو انقلاب امام ولی اللہ نے اپنے زمانہ میں خواص سے مکمل کرنا چاہتے تھے وہ اگر نہیں ہو سکا، تو اس کا مقصد کہ امام عبدالعزیز اپنے حالات زمانہ کے مطابق عوام سے پورا کرنا چاہتے ہیں نصب العین میں کوئی فرق نہیں آیا۔

(۲) امام ولی اللہ کے شروع زمانہ میں یہ خیال صحیح تھا کہ دہلی کی سلطانی حکومت کو تسلیم کر کے امر

ذریعہ سے غیر القرون کے نمونہ کا پروگرام جاری کیا جائے مگر امام عبدالعزیز کے زمانہ میں سلطانی حکومت اتنی کمزور ہو چکی تھی کہ داخلی خارجی سارے نظام بدلنے کے سوا کام نہیں چل سکتا تھا اس لئے انھوں نے ہند کے دارالحرب ہونے کا فتویٰ دیا۔

(الف) اس کا اہل انقلاب کے لئے عوام مسلمانوں کو طیار کرنا امام عبدالعزیز کا خاص کارنامہ ہے۔ عوام کو سیدھا مخاطب کرنا شروع کیا۔ ہندوستانی زبان میں علوم دینی کا ترجمہ امام عبدالعزیز کے اصحاب کا کام ہے (ب) امام ولی اللہ نے جس قدر تصانیف لکھی تھیں وہ فقط اعلیٰ طبقہ کے کام آتی ہیں ان کے مخاطب یا امر میں یا اعلیٰ درجہ کے اہل علم یا کامل المعرفت صوفیائے کرام مگر امام عبدالعزیز کشف و عقل کی عام فہم چیزیں نقلی علوم کی تفسیر میں استعمال کرتے ہیں۔ گو یا اپنے والدین کے علوم کو عوام کی زبان میں سمجھتے ہیں۔ تفسیر فتح العزیز کو فتح الرحمن سے اور تحفہ اشاعرہ کو ازالۃ الخفا سے ملا کر پڑھتے۔

(ج) ہمارا خیال ہے کہ الصدر الشہید مولانا محمد اسماعیل الصدر رحمہ اللہ مولانا محمد اسحق الصدر رحمہ اللہ مولانا محمد یعقوب بلکہ امام اہل العقل مولانا رفیع الدین اور امام اہل النقل مولانا عبد القادر سے اگر کوئی اجتماعی کام بن پڑا ہے تو اسے امام عبدالعزیز کے نامہ اعمال میں لکھنا چاہئے۔

(د) الامیر الشہید کے مباہیین سب کے سب ان سے بیعت کرتے ہیں تو امام عبدالعزیز کے طریقہ میں بیعت کرتے ہیں۔

ہمارا خیال ہے کہ امام عبدالعزیز کے لئے یہی ایک کمال کفایت کرتا ہے کہ ان کی تربیت سے ہندوستانی مسلمانوں میں سے عوام بھی اپنی سلطنت سنبھالنے کے قابل ہو گئے۔

مولانا شہید فرماتے تھے کہ میرا اس سے زیادہ کوئی کمال نہیں کہ میں اپنے دادا کی بات سمجھ کر اسے اپنے موقع پر بٹھا دیتا ہوں۔

الصدر الشہید  
مولانا محمد اسماعیل الدہلوی  
روح الانقلاب

(۱) الف) عباقت کے پہلے اشارہ میں شیخ اکبر اور امام ربانی کے مسالکت وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کا

فرق واضح کر کے ہر ایک فکر کے فوائد ضبط کرنے کے بعد امام ولی اللہ کو دونوں بزرگوں سے بلند ثابت کیلئے۔

(ب) صراطِ مستقیم میں الامیر الشہید کے منشورات اور ملفوظات لکھتے ہیں مگر امام ولی اللہ کی اصطلاحات کی تطبیق دینے کے بعد گویا وہ ہر ایک امام کو امام ولی اللہ کی میزان پر تو لسنے کے بعد قبول کرتے ہیں۔

(۲) (الف) امام ولی اللہ نے خیر القرون کے علوم تحریر کیے ہیں اور خواص کو پڑھایا اس کے بعد امام عبدالعزیز نے خواص کو تعلیم دیکر انھیں عوام کی تعلیم کا واسطہ بنایا۔ الصدر الشہید نے ہند کی مرکزی سوسائٹی (دہلی) کو ان علوم سے رنگین بنایا۔

(ب) ہمارا خیال ہے کہ اگر الصدر الشہید کے ساتھیوں کی خدمات مقبول نہ ہوتیں تو امام ولی اللہ کے علوم پر دوسو برس بعد بحث کرنا ناممکن ہو جاتا۔ اسی انقلابی روح نے ان علوم کو زندہ کر دیا ہے۔

(۳) ہمارا خیال ہے کہ الصدر الشہید کو اگر خلافت کبریٰ سونپی جاتی تو لت فاروقی اعظم کی طرح چلے گئے ہیر شہید نے انھیں خدمتِ خلق پر اپنے اسوہ حسنہ سے لگایا۔ تو وہ گھوڑوں کے لئے گھاس کھودتے۔

(۴) ان کی کتاب تقوینہ الایمان میرے ابتدائے اسلام کا واسطہ بنی ہے اس لئے وہ میرے مرشد اور امام ہیں۔ رضی اللہ عنہم۔

امام محمد اسحق الصلوٰی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں۔ مولانا محمد اسحق دہلوی ہاجر رحمۃ اللہ علیہ کے تمام (الصدر المحمدی نابالغ الشہید) ہندوستان کے علماء محمدیہ کے استاد و استاذ زادہ تواسہ وشاگرد و خلیفہ مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہ کے ہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ)۔

(۱) (الف) ایک انقلابی تحریک میں پہلا درجہ ہے۔ سوسائٹی میں انقلاب کے لئے عقلی نظام (فلسفہ) سوچنا اس درجہ کو ہم امام ولی اللہ میں منحصر مانتے ہیں۔

(ب) اس کے بعد دوسرا درجہ اس کے پیرو گینڈے کا ہے۔ پیرو گینڈہ کی کامیابی پر پارٹی کا نظام بننا چاہئے ممبروں پر حکومت پیدا کرنا (یعنی خلافت باطنی) اس درجہ کو ہم عبدالعزیز کا کمال مانتے ہیں۔

(ج) اس کے بعد تیسرا درجہ دوسری پارٹیوں سے مقابلہ کر کے ان کے مقبوضات فوج کرنا ہے اس سے انقلابی حکومت (خلافتِ ظاہرہ) پیدا ہوتی ہے۔ ہم امام ولی اللہ کی تحریک میں یہ درجہ امیر شہید اور ان کے رفقاء میں نہ دیکھتے ہیں۔

(د) پارٹی کا نظام منتقل ہوتا ہے۔ حکومت کبھی بنتی ہے کبھی ٹوٹی ہے۔ پارٹی کا وجود اس وقت تک سالم رہنا چاہئے جب تک اس کی اساسی مصلحت قائم کرنے والی جماعت فنا نہیں ہوتی۔

(الف) اس فرقہ کو واضح کرنے کے لئے ہم نے امیر اور امام کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ ہم امام عبدالعزیز کے بعد پارٹی کے نظام کا محافظ امام محمد اسحق کو مانتے ہیں۔ اور حکومت کا امیر امیر المؤمنین السید احمد الشہید ہے۔ اس معاملہ میں امام محمد اسحق ان کے ایک نائب ہیں۔

(ب) یورپ کی سیاسی پارٹیوں میں نظام کا محاذ ایک بورڈ ہوتا ہے اسے ڈپلن یا انضباط کا نام دیا جاتا ہے۔ اس بورڈ کا حکم پارٹی کے سب ممبروں پر نافذ ہوتا ہے۔ اور حکومت چلانا و وزراء کا کام ہے اسی طرز پر ہم نے بالاکوٹ میں حکومت کا خاتمہ ایک حد تک مان لیا مگر ہم پارٹی کے نظام کو دہلی میں محفوظ مانتے ہیں۔

(ج) امام محمد اسحق نے مکہ معظمہ ہجرت کر لی۔ نظاہرہ اپنے کام سے معطل ہو گئے مگر ایسا نہیں سمجھنا چاہئے۔ اگر وہ مکہ معظمہ میں ہندوستانی کام جاری نہ رکھتے تو کمپنی بہادران کی جاگیر کیوں ضبط کرتی اور بمبئی سے ایسے ہندوستانی کیوں بھیجے جاتے جو انھیں وہابی ثابت کر کے مجاز سے نکلوانا چاہتے تھے مگر قدرتی اتفاقات سے وہ بچ گئے۔ اس زمانہ کا شیخ الحرم ایک ہندوستانی مہاجر کا بیٹا تھا اور یہ خاندان شاہ عبدالعزیز کا شاگرد اور مرید ہے۔ اس لئے شیخ الحرم کے توسط سے ترکی حکومت نے اپنے گھر میں ایک طرح نظر بند کر دیا۔ وہ مسجد حرام میں نماز پڑھتے تھے مگر کسی کو پڑھانا نہیں سکتے تھے۔ اس قسم کی زندگی ہم کابل میں گزار چکے ہیں۔ اس لئے ہم مکہ معظمہ میں ان کے ملنے والوں سے بہت کچھ سمجھ سکتے ہیں۔

(۳) الامیر امداد اللہ جو دیوبندی جماعت کے امام ہیں۔ امام محمد اسحق کے خواص اصحاب میں سے تھے

اس سے پابنی کے نظام کا تسلسل ہم مولانا شیخ الحدیث ثابت کر سکتے ہیں۔

المصدر العمید | وہ اپنے بڑے بھائی کے ساتھ ان کے معاون بن کر کام کرتے رہے ہیں۔ امام محمد اسحق  
مولانا محمد یعقوب ندوی | کی وفات پر دبی امام عبدالعزیز کی امامت کے تحت نظر رہے ہیں۔

(۱) مولانا مظفر حسین ان کے خلیفہ تھے جو مولانا محمد قاسم اور سر سید دونوں کے مشترک تسلیم شدہ بزرگ ہیں  
(الف) نواب صدیق حسن خاں نے روایت حدیث کی اجازت مولانا محمد یعقوب سے حاصل کی ہے۔

(ب) الامام ابوالدین نے مولانا محمد قاسم کو صلوة کا احسانی طریقہ مولانا محمد یعقوب سے تلقین کرایا۔

(۲) ان کی وفات سے پہلے مدرسہ دیوبند کے بانی ان کی امامت سنبھالنے کے لئی طیار ہو چکے تھے  
یاد رہے کہ مولانا مظفر حسین نے ہی مولانا محمد قاسم کو منبر و عظم پر بٹھلایا تھا۔

## باب ثانی میں امام ولی اللہ کے اتباع کا ذکر ہے

امام ولی اللہ کی تحریک کا مستقل مرکز ان کے اتباع کے ہاتھ میں رہا ہے۔ اس سلسلہ میں ایک محدود  
وقت تک ان کی اولاد بھی مرکزیت کی مالک رہی ہے لیکن ان سے اول اور آخر اتباع ہی برسر کار رہے ہیں  
امام ولی اللہ کی زندگی میں ان کے سب سے بڑے معاون مولانا محمد امین کشمیری اور مولانا محمد عاشق بھٹائی تھے  
ان کی اولاد میں امام عبدالعزیز سب سے بڑے ہیں اور سب کے استاد۔ امام ولی اللہ کی وفات کے وقت وہ  
بھی اپنی طالب علمی پوری نہیں کر سکے تھے۔ امام عبدالعزیز نے امام ولی اللہ کے انہی خلفاء سے اپنی علمی تکمیل  
کر لی تھی۔ امام عبدالعزیز کے بعد تحریک کا مرکز اگرچہ پھر ابتلاء میں منتقل ہو گیا۔ مگر اولاد کا دوسرا طبقہ بھی جلا  
رہا ہے۔ اس طبقہ کے بعد تحریک کی مرکزیت ابتلاء کے مختلف احزاب میں تقسیم ہو گئی ہے۔

الایمہ الشہید | امام عبدالعزیز کے بعد ابتلاء کا جو طبقہ تحریک کے مرکز کا مالک بنا ہے ان کے امام امیر شہید  
السید احمد قدس سرہ | ہیں۔ ان کی قوت کشفیہ نے عوام میں انقلابی لہر پیدا کر دی۔ امام عبدالعزیز کے تیار کردہ

علماء کو اور عوام کو ایک پروگرام کا پابند بنانا امیر شہید کا کمال ہے۔ خدمت خلق اور اتباع سنت کے فطری اوصاف نے انھیں امامت اور امارت کے اعلیٰ رتبہ پہنچا دیا تھا۔

(۱) امیر شہید کے ذاتی اوصاف اور کمالات میں ہم انھیں معصوم مان سکتے ہیں۔ ہماری تفتیش میں کئی صدیوں سے ان کی نظیر نظر نہیں آتی۔

(الف) ہم امام ولی اللہ کے علوم میں نقل عقل کشف کے تطابق کو مابہ الامتیا زمانتے ہیں ان سے متقدم شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے علوم میں عقل اور نقل کا تطابق پایا جاتا ہے کشف سیدہ تعرض نہیں کرتے۔  
(ب) امام ولی اللہ کے بعد اس درجہ کا کامل ہم فقط امام عبدالعزیز کو مانتے ہیں۔ امام عبدالعزیز کے بعد ان کی مثل ہمیں کوئی نظر نہیں آتا جس میں تینوں کمالات جمع ہو گئے ہوں۔

(ج) امام عبدالعزیز کے شاگردوں کے پہلے طبقہ میں امام رفیع الدین عقل و نقل کے جامع ہیں اور امام عبدالقادر کشف و نقل کے جامع۔ دوسرے طبقہ میں مولانا محمد اسماعیل شہید عقل و نقل کے اول درجہ پر جامع ہیں اور مولانا عبدالحی عقل و نقل کے دوسرے درجہ پر۔

(د) مولانا عبدالحی اور مولانا محمد اسماعیل کے قرآن السعدین کے ساتھ اگر کوئی کشف کا امام بھی مل سکے تو امام ولی اللہ کے وحدانی وجود کی دوسری مثال امام عبدالعزیز کے بعد اس اجتماع میں مل سکے گی۔

(۲) ہمارے یقین ہے کہ امیر شہید اس قدر سلیم الفطرت تھے کہ ان کے قلوب کشفیہ ہمیشہ بذات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موافق رہی۔ انھیں ہر لمحہ کشفیہ ہوا جس سے انھوں نے کافیہ تک کتابیں پڑھی تھیں۔ پھر قرآن عظیم کا ترجمہ اور اصلاح کا درس شاہ عبدالقادر سے سنتے رہے۔ اس طرح وہ کشف اور نقل کے جامع بن گئے۔

(الف) جاوہر قومیہ کی حکومت ہند میں پیدا کرنے کا عزم امیر شہید میں فطری تھا۔ اور خدمت خلق ان کا اخلاقی شعار ہے۔ جاوہر قومیہ حجتہ اللہ البالغہ اور موسے پر عمل کرنے کا نام ہے۔

(ب) امام عبدالعزیزؒ نے الامیر الشہید کے ساتھ الصدر السعید اور الصدر الشہید ان تین بزرگوں کے مجبوعہ کو اپنا قائم مقام بنا کر اپنے متبعین سے ان کا تعارف کرایا ہے جس سے وہ انقلابی سوسائٹی کا مرکز بن گئے۔ یاد رہے کہ اسی سوسائٹی کے ایک رکن الصدر الحمید کو اپنے ساتھ رکھا۔ جو انقلاب کی مرکزی روح کی محافظت کرے گا۔

(ج) یوسف زئی کے علاقہ میں پہنچ کر جب امیر شہید امیر المؤمنین مانے گئے اور ہندیں امام ولی اللہ کے اتباع نے اس امارت کو تسلیم کر لیا تو وہ حکومت کے مالک ہو گئے۔

(۳) حکومت کی مصلحت میں ہماری تحقیق حزب کی امریت (پارٹی کی ڈکٹیٹر شپ) تو مان سکتی ہو مگر کسی فرقے کے ڈکٹیٹر بننے کو ہم قبول نہیں کر سکتے۔ اے ہم شاور ہم فی الامر کے خلاف سمجھتے ہیں۔ اس کی تشریح ابو بکر رازی کے احکام القرآن میں ملے گی۔ حجتہ اللہ البالغہ کے بعد اگر کسی کتاب نے ہماری سیاسی بصیرت بڑھائی ہے تو وہ یہی کتاب ہے۔

(الف) ہم اس حکومت کو حکومت مہرقہ کہتے ہیں۔ ہمارا مطلب یہ ہے کہ لاسور فتح کر کے یہ حکومت دہلی پہنچتی ہے تو مستقل حکومت کا فیصلہ اس وقت ہوگا یا تو شاہ دہلی اس انقلابی حکومت کے رئیس کو وزیر اعظم مان لیتا اور اس کی پارٹی پارلیمنٹ (مجلس شوریٰ) بن جاتی۔ دوسری صورت میں یعنی اگر شاہ دہلی اس حکومت کو تسلیم نہ کرتا تو اسے معزول کر کے اس حکومت کا رئیس ملک کا حاکم ہوتا اور اس کی پارٹی اپنا قانون نافذ کرتی۔

(ب) کیا امام عبدالعزیزؒ کا خلیفہ دہلی کو بھول سکتا ہے جس کو وہ حرمین اور قدس اور نجف کے بعد ساری دنیا سے افضل مانتے ہیں۔

(ج) مقالات طریقت جس سے سوانح احمدیہ کا مصنف بھی نقل کرتا ہے ہم نے مکہ معظمہ میں دیکھی ہے۔ اس میں ایک واقعہ مذکور ہے۔ ہمارا جہ رنجیت سنگھ کے وکیل نے امیر شہیدؒ سے پوچھا کہ اگر



مہاراجہ اسلام قبول کرے تو آپ کی حکومت ہمارے ساتھ کیا معاملہ کرے گی۔ امیر شہید نے جواب دیا کہ مہاراجہ بادشاہ ہوں گے اور میں اپنی بیٹی ان سے بیاہ دوں گا۔ محض دینی معاملات میں اس وقت تک اس کا نائب رہوں گا جب تک وہ شریعت کا حکم چلانا نہ سکے۔ (اوکا قال) یہ وہ اساس ہے جس پر ہم امیر شہید کی حکومت کو حکومت موقۃ کہنا جائز سمجھتے ہیں۔

(د) مقالات طریقت میں مذکور ہے کہ امیر شہید کے اصحاب میں سے ایک مجاہد عالم جو پہلے بھی حاکم لاہور تمل چکا تھا بالاکوٹ کے معرکہ میں گرفتار ہو کر لاہور آیا۔ حاکم نے اس مجاہد سے پوچھا اب خلیفہ کہاں ہے۔ اس عالم نے جواب دیا میں خلیفہ ہوں، ہم امام ولی اللہ کی تحریک کو مساوات اور جمہوریت کا نمونہ مانتے ہیں اس لئے ہم مسلم اور غیر مسلم سے اس کا تعارف کرتے ہیں۔

(م) ہم یقین رکھتے ہیں کہ اس وقت کی حکومتیں امیر شہید کی تحریک کو ناکام بنانے میں مصیبتی رہی ہیں (الف) یہ حکومتیں حکومت لاہور سے ساز باز کر کے امیر شہید اور حکومت لاہور کو مصالحت کا موقع نہ بنیں دینی تئیں۔ (ب) جن مسلمانوں کو امام ولی اللہ کی تحریک سے منہ پر مخالفت ہے جیسے شیعوں اور جہل اہل سنت ان کے توسط سے امیر شہید کی جماعت میں انتشار پیدا کراتی ہیں۔ اس کی بعض مثالیں ہمیں مولانا حمید الدین مرحوم نے بتلائیں۔

(ج) جب سوانح احمدیہ کے مصنف جیسا فدائی کسی اثر سے امیر شہید کی پوزیشن بیان کرنے میں اور ان کی مقصد کی تعیین میں صریح غلط بیانی اختیار کر سکتا ہے تو بعض عرب رہنماؤں کے ذریعہ سے ایسا پروپیگنڈا کیوں ناممکن سمجھا جاتا ہے جس کے اثر سے تحریک اپنے اصلی مرکز سے منقطع ہو جائے اور جمہور کارنہ سے قبل از وقت بلند پروازی کو اپنا مقصد قرار دیں۔ کیا اس طرح دوستی کے لباس میں اسے ناکام نہیں بنایا جاتا۔

(د) امیر شہید کی تحریک کو جاہل افغانوں کے رہنماؤں سے جس قسم کا نقصان پہنچا ہے اس کے مطالعہ

کے لئے سپہ سالار الدین افغانی کی تاریخ افغانستان (عربی) اور امیر حبیب اللہ خاں کی لکھوائی ہوئی تاریخ افغانستان فارسی کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

(۵) (الف) آخر میں ہم دوبارہ امیر شہید کے متعلق اپنا عقیدہ صاف صاف بیان کرتے ہیں ہم امیر شہید کو ایک معصوم امام مان سکتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ مولانا شہید انھیں اسی طرح مونا چاہتے ہیں۔

(ب) مگر جن وقت ہم انھیں امارت کی ذمہ داری سپرد کرتے ہیں تو اجتماعی غلطیوں کی مسئولیت انھیں سہارا نہیں دے سکتے۔ ورنہ اس نادر مثال پر تحریک کی آئندہ ترقی میں استفادہ ناممکن ہو جائے گا۔

اللہ ولایت علی صادق پوری  
کی جماعت صادقہ

جب کوئی امیر میدان جنگ میں شہید ہو جائے تو لقیۃ السیف مجاہدین کے لئے ضروری ہے کہ اپنا امیر انتخاب کریں۔ معرکہ بالا کوٹ کے بعد اس قسم کی امارت مولانا ولایت علی کے خاندان میں منحصر ہو گئی ہے۔

(۱) ہم اس امارت کو ایک مستقل پارٹی مانتے ہیں جو امام ولی اللہ کی تحریک میں پہلی امارت کی راکھ بنے پیدا ہوئی۔ اس پارٹی کی عظمت کا ہم اعتراف کرتے ہیں۔ مگر نہ تو ہم کبھی اس پارٹی کے میسرے اور نہ اس کی دعوت دینا کبھی ہمارا مقصد رہا ہے۔

(۲) (الف) ہم اس پارٹی کے مجاہدین کے ساتھ ان کے مختلف مرکروں میں کافی زمانہ تک ملتے رہے ہیں۔ اس پارٹی کے بہت سے راز ہمیں معلوم ہیں مگر وہ ایک امانت ہے ہم اسے افشا نہیں کر سکتے لیکن اس قدر تصریح میں عیب نہیں کہ ہماری ذہنیت اس جملہ کا جزو بن کر مطمئن نہیں رہ سکتی۔

(ب) ہمارے دیوبندی رفقا کو پاکستان میں اور ہمیں وکیل مجاہدین چقرقہ کے ساتھ کابل میں ساتھ ملکر کام کرنے کا تجربہ ہے۔ ہم لوگ ایک دوسرے کے تعاون تناصرتے کبھی دست کش نہیں ہوئے۔ لیکن ایک پارٹی کے ممبر جھگڑیں کسی نے قبول نہیں کیا۔ نہ حکومت کابل نے نہ کسی بیرونی سیاسی جماعت نے۔ یہ وہ اساس ہے جس پر ہم دونوں پارٹیوں کا علیحدہ علیحدہ تعارف کرنا ضروری سمجھتے ہیں ورنہ ہم اپنا کام تک نہیں کر سکتے

(۳) (الف) نواب صدیق حسن خاں نے جس راجہ کو ذکر کیا ہے وہ ہم نے دیکھی ہے وہ خرافات کا مجموعہ ہے۔ اس میں اس قسم کے الفاظ بھی مرفوعاً موجود ہیں کہ امام محمدی ہند کے شمال مغربی کوستان سے نکلے گا۔ وہ پنجاب کے کسی غیر معروف مطبع میں چھپی ہے اور خاص لوگوں میں تقسیم ہوتی ہے۔ یہیں معلوم ہے کہ اس وقت کے امیروں نے اس کی اشاعت ممنوع قرار دے رکھی ہے۔

(ب) غالباً مولانا ولایت علی صاحب نے اپنے رسائل تسعہ میں امیر شہید کو محمدی متوسط قرار دیکر ان کی غیبت کا ذکر کیا ہے۔

(ج) امیر ولایت علی کے رفیق مولانا عبدالحق کا ترجمہ سلسلۃ العجید میں دیکھا چلا ہے۔ کیا نواب صاحب ان کی زبردست یا تشیع سے ناواقف ہیں۔ ہم نے ایک رسالہ دیکھا ہے جو شاہی زمانہ کی دہلی میں چھپا ہے۔ اس میں مولانا محمد اسحق اور سید محمد علی رامپوری کے بعض بیانات بھی موجود ہیں۔ اس میں لکھا ہے کہ امیر شہید نے مولانا عبدالحق کو اپنی جماعت سے خارج کر دیا تھا۔ وہ رسالہ کہ معظمہ میں مولانا احمد سعید کے خاندانی مکتب خانہ میں موجود ہے اس پر مولانا عبدالحق کی مہر ہے۔

(د) جب سے اس پارٹی میں امام عبدالعزیز کے طریقے سے انکار کا غلو پھیلا ہے عوام میں ایک طبقہ ائمہ فقہار کو سب دشمن کرنے والا بھی پیدا ہو گیا ہے انھیں لوگوں کو چھوٹا رافضی کہا جاتا تھا۔ حاشا وکلا اس پارٹی کے کسی محترم رکن کو اس قسم کا الزام نہیں دیا جاسکتا ہم نے سرحدی مراکز میں امیروں کو خفی طریقہ پر ناز پڑتے دیکھا ہے۔ ہم سے کہا گیا کہ یہ اس خاندان کا متوارث طریقہ ہے۔

الامیر امداد اللہ کی دہلی جماعت

مولانا محمد اسحق کو ہم ان کے جبرامجد کی تحریک کا ایسا امام مانتے ہیں جن کے متعلق اہل ہاشمی گویا اس خاندان میں متوارث ہے۔ یعنی ہم امام محمد اسحق کو اس تحریک کی علمی اور سیاسی مصلحت کا محافظ مانتے ہیں۔ اور حکومت کا ایک نائب امیر اس لئے امیر کی شہادت کے بعد وہ ایک امیر بن جائے گا۔

سیاسیات میں اگر کسی جماعت کا امام محمد اسحق سے تعلق ثابت ہو جائے تو ہم امام ولی اللہ کی تحریک میں ایک متقل

پارٹی تسلیم کرنا چاہتے ہیں۔ ہمیں اس سے بحث نہیں کہ اس تفریق کا باعث ہم بنتے ہیں یا ہمارے مقابل یہ بحث دوسرے درجہ کی مانتے ہیں۔

(الف) الامیر امیرداد اللہ کا تعلق امام محمد باقرؑ سے اولاد آخر اثابت ہے۔ شروع میں امیر امیرداد اللہ مولانا محمد باقرؑ کے مدرسہ میں طالب علمی کرتے رہے۔ اسی زمانہ میں مولانا محمد باقرؑ کے داماد اور خلیفہ مولانا نصیر الدین سے کسب طریقہ کیا۔ یہ وہی مولانا نصیر الدین ہیں جنہیں مجاہدین نے بالاکوٹ میں پہلا امیر بنایا تھا۔ ان کی جگہ پر آگے چل کر مولانا رلا لایت علی کا خاندان آیا ہے۔

(ب) امام محمد باقرؑ جس سال وفات پاتے ہیں۔ اسی سال امیر امیرداد اللہ حج کے لئے گئے۔ امام محمد باقرؑ نے اپنے طریقہ کی خاص باتیں دیکر انہیں ہندو اہل بھجوا۔ یہ بھی روایت ہے کہ انھیں یہ پیشین گوئی بھی سنی کہ ایسا وقت آئیگا جب تم مکہ معظمہ میں جھسک کر دم کرو گے۔

(ج) امیر امیرداد اللہ شیخ نور محمد جھجھانوی کے خلیفہ ہیں اور وہ شاہ عبدالرحیم افغانی کے یہ دونوں حضرات امیر شہید کے نامور خلفاء ہیں۔ شاہ عبدالرحیم تو بالاکوٹ میں شہید ہوئے ہیں۔

(د) الامیر امیرداد اللہ کے رفقاء میں حکیم ضیاء الدین رامپوری ہیں (رامپور سنیا لال) ان کے بزرگوں میں مولانا محمد حسن رامپوری ہیں جو مولانا شہید کے خواص اصحاب میں تھے۔ ان کا ذکر سوانح احمدیہ میں موجود ہے۔

(۴) مولانا مملوک علی دہلی کا حج کے مدرس۔ تھے۔ دیوبندی تحریک کے اکثر اساتذہ مولانا مملوک علی کے شاگرد ہیں جس سال مولانا محمد باقرؑ مکہ معظمہ پہنچے۔ اسی سال وہ حج کو گئے۔ مولانا محمد یعقوب نے سوانح مولانا محمد قاسم میں کسی خاص مقصد کو ملحوظ رکھ کر اس کا اجمالی ذکر کر دیا ہے۔

(الف) مولانا محمد باقرؑ اور مولانا یعقوب کی جاگیر سے جو روپیہ حاصل ہوتا تھا اس کا انتظام ایک جماعت کے ہاتھ میں رہا ہے اس میں مولانا مملوک علی اور مولانا مظفر حسین خاص حیثیت رکھتے تھے۔

(ب) مکہ معظمہ سے واپس آکر الامیر امیرداد اللہ بھی اسی سوسائٹی میں شامل ہو گئے۔

(ج) یہ سوسائٹی مولانا ولایت علی کی جماعت سے علیحدہ مانی جاتی تھی چنانچہ یہ روایت بھی موجود ہے کہ جب مولانا ولایت علی سرحد کو گئے تو مومن خاں نے مولانا امرا داتشہ سے دریافت کیا کہ آپ کی نظرِ کشفی میں انھیں کامیابی ہوتی نظر آتی ہے۔ مولانا امرا داتشہ نے نفی میں جواب دیا یا اس پر مومن خاں خفا ہو گئے مولانا امرا داتشہ نے معذرت کی کہ اگر آپ نہ پوچھتے تو ہم کچھ نہ کہتے۔

(د) ان لوگوں کے متعین کو ہم امام محمد اسحق کی دہلوی پارٹی کہتے ہیں جس کے ایک رہسما الامیر امرا داتشہ تھے۔

مولانا شیخ الہند کی دیوبندی جماعت سقوطِ دہلی کے بعد اس دہلوی پارٹی کے افراد منتشر ہو گئے۔ یہاں تک کہ الامیر (یا مولانا محمد قاسم کے اتباع امرا داتشہ مکہ معظمہ پہنچے اور مولانا محمد قاسم بھی نام بدل کر حج کے لئے نکلے مولانا محمد یعقوب کے مکتوبات میں اس سفر کا پورا تذکرہ موجود ہے۔

(۱) امیر امرا داتشہ نے مکہ معظمہ میں فیصلہ کیا کہ امام عبدالعزیز کے مدرسہ کی طرح دہلی سے باہر مدرسہ بنایا جائے اور امام محمد اسحق کے طریقہ پر نئی جماعت طیار کی جائے۔

(الف) مولانا محمد قاسم نے چند سال محنت کر کے دیوبند میں مدرسہ بنایا۔

(ب) ہم جانتے سمجھتے ہیں۔ اس جماعت کے اولین موس امیر امرا داتشہ اور ان کے دورِ فقیہ مولانا محمد قاسم اور مولانا رشید احمد ہیں۔ امیر امرا داتشہ کے سوا اس اجتماع کے ربط کو زیادہ مضبوط کرنے والے مولانا محمد عقیق اور مولانا عبدالغنی بھی ہیں۔ (ج) اس جماعت کے امتیازی اوصاف ہیں ہم وعدۃ الوجود خفی نقہ کا التزام ترکِ خلافت سے اتصالِ تین اصول معین کر سکتے ہیں جو اس جماعت کو امیر ولایت علی کی جماعت سے جدا کر دیتے ہیں۔

(۲) مدرسہ دیوبند کی سالانہ رویداد مسلسل ملتی ہے۔ مولانا محمود حسن کی طالب علمی اور پھر مدرسہ پھر

صدرت اور اپنے مشائخِ ثلاثہ کی خلافت پھر شیخ الہند بننے کے واقعات مشہور و معروف ہیں۔

دیوبند کے ایک تو علمِ طالب علم کا مولانا شیخ الہند سے تعلق (۱) میں جانتا ہوں کہ حضرت مولانا شیخ الہند سے اپنا تعلق واضح کر دوں۔ غائب

پچاس برس سے زیادہ عرصہ گزرا کہ میں نے توفیقہ تعالیٰ اور سرمدیو بند کی طالب علمی سے فارغ ہو کر امام ولی اللہؒ کی حکمت و ریاست کے تدریجی مطالعہ کو اپنا مقصد جوہ بنایا۔ یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اس سارے سفر میں میری رہنمائی حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن کے ارشاد سے ہوتی رہی۔

(الف) اس سفر کی پہلی منزل ہم نے سات سال میں طے کی ہے۔ میرا یہ وقت سرحد میں گزرا۔ مولانا محمد قاسم کے نظریات سے شروع کر کے مولانا محمد اخیل شہید مولانا رفیع الدین امام عبدالعزیز کے توسط سے امام الاندلس امام ولی اللہ کی حجتہ اللہ الہ اندہ تک ہم پہنچ گئے۔

(ب) ہمارے دل میں اس کتاب کے مطالب کا آہستہ آہستہ نشین اور پھر یقین میں رونق پڑا جو تیار ہوا اس سے ہم کتاب و سنت کو اطمینان سے سمجھنے کے قابل ہو گئے۔ طالب علموں کی کئی جماعتوں کو ہم نے حجتہ اللہ پر لٹائی اس کے بعد میں موقع ملا کہ حضرت شیخ الہند سے اس کتاب کے بعض اوراق اسی زمانہ میں میں نے مولانا محمد قاسم کا رسالہ حجتہ الاسلام مولانا شیخ الہند سے سبقاً سبقاً پڑھا۔

(ج) اس میں بالغہ سمجھا جائے کہ میں حضرت شیخ الہند کے علمی مقام کی حقیقت اس کے بعد کی قدر نظر آنے لگی۔ وہ بظاہر توحامی سیرت کے ایک نمونہ تھے مگر باطن میں امام ولی اللہ کی حکمت کے قہر و جلال نظر آنے لگے۔ دیکھئے شیخ الہند اپنے موضع فرقان کے مقدمہ میں امام ولی اللہ کا نام کس کس مرتبے سے لیتے ہیں۔ حجتہ اللہ علی العالمین شاہ ولی اللہ قدس سرہ۔

(۲) حجتہ اللہ الباقی کے اصول سمجھنے میں ہمارے لئے مولانا محمد قاسم کی کتابیں بہت مفید ثابت ہوئیں۔ ہم نے بچپن میں اسکول میں تعلیم پائی۔ ہماری ذہنیت ریاضی سے بہت مناسبت رکھتی تھی۔ آریہ سماج اور عیسائیوں کے مقابلہ میں مولانا محمد قاسم جو کچھ لکھتے ہیں اور شعبہ کے شہادت کا جس طرح ازالہ کرتے ہیں اسے میں خوب سمجھا۔ اس نے میرے ذہن کو عام اہل علم سے علیحدہ ہو کر عقلی مسائل کو محض مولانا محمد قاسم کے طریقہ پر سوچنے کے لئے طیار کر دیا۔

(الف) مولانا محمد قاسم محدث مسائل پر بحث کرتے ہیں اور مجھے قرآن عظیم اور صحاح کی ہر حدیث کو اسی طرح سمجھنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ اس طرح میری پیاس مجھے امام ولی اللہ کے اتباع ہی مانوس بناتی رہی۔ آہستہ آہستہ ان کے مخالف علماء کے نظریات سے انکار بھی پیدا ہونے لگا۔

(ب) مولانا محمد قاسم کے نظریات میں رسول کا پہلا فائدہ ہمیں یہ ملا کہ حجۃ اللہ الباقیہ کے اصول سمجھنے سمجھانے میں ہم نے (۱) سرسید اور ان کے رفقاء کی تحریریں۔ (۲) مولانا محمد حسین ثالوی اور ان کی عمت کی کتابیں۔ (۳) قادیانی تحریک کی تالیفات اپنے سامنے رکھیں۔ اس طرح اپنے دیوبندی رفقاء کی طرح اپنے خاص فرقے کے معلومات میں محدود نہیں رہے۔

(ج) ہماری تحقیق میں متکلمین کی یہ جا عتیں دیوبندی اکابر کے سوا امام ولی اللہ کے تمام اصول تسلیم نہیں کرتیں۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ ہم دیوبندی جماعت (اتباع مولانا محمد قاسم) کی حکمت اور سیاست کو امام ولی اللہ کی حکمت و سیاست کا مقدمہ بناتے ہیں۔

(د) جس قدر عرصہ ہم سند میں علمی کام کرتے رہے۔ دارالرشاد (سندھ) جمعیۃ الانصار (دیوبند) نظارۃ المعارف دہلی میں ہمارا مرکزی فکر حجۃ اللہ الباقیہ ہی رہی۔ اس کے بعد بیرونی سیاحت کے مختلف مقامات کا بل، ماسکو، انقرہ، روم، لوزان میں بھی ہم نے حجۃ اللہ الباقیہ کے عقلی اصول سے باہر جانا پسند نہیں کیا۔

(ه) مکہ معظمہ میں بیٹھ کر ہم نے اپنا پروگرام بنالیا۔ کہ ان تبدیل شدہ حالات میں ہم کس طرح اپنے مسلک پر قائم رہ سکتے ہیں۔ یورپین فلاسفی اور ہندو فلاسفی کے ماہرین یوم ولی اللہ فلاسفی کا کس طرح تعارف کر سکتے ہیں۔ ہم اس راستہ پر گرتے پڑتے قدم بڑھا رہے ہیں اور اپنی ہر ایک غلطی کی اصلاح کے لئے ہر وقت آمادہ رہتے ہیں۔ لیکن امام ولی اللہ کی حکمت و سیاست کی جو انقلابی روح ہماری سمجھ میں آچکی ہے اس میں ایک ذرہ کا فرق بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ واللہ هو المستحل۔ واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین۔